Krishna-Tunga, A Multi-Disciplinary, Multi Language, Bi-Annual Journal
Volume 1. Issue 2. June-2023, pp. 47-53, ISSN (Online):**3048-4545**

جدید غزل: منظر پسِ منظر

ڈاکٹر زہرہ جبین
جزووقتی لیکچرار، شعبۂ اردو، رائچور یونیورسٹی، رائچور

Dr. Zuhra Jabeen,
Guest Faculty , Dept. of Urdu , Raichur University, RAICHUR

ادب میں جدید نثر کی طرح جدید شاعری کی ابتداء کب سے ہوئی اس کے متعلق کسی خاص وقفہ کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ادب میں جدت پسندی ایک ارتقائی عمل ہے۔لیکن عصری اعتبار سے 1960ء کے بعد جدید احساس اور جدید اظہار کی شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔اس دور کی نظمیں بدلتے ہوئے تخلیقی رویہ کا اظہار تھیں۔ جب فنکار کا احساس بدلنے لگا انسانی زندگی کے تقاضے بھی بدلنے لگے۔وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ انسانی سوچ میں تبدیلی آنے لگی۔انسان کے نظریات بھی بدلنے لگے۔

ایسے شعراء جو ترقی پسند تحریک سے بیزار تھے، اُنھوں نے آپسی گروہ بندی اور نظریاتی اختلافات سے بالاتر ہو کر جدید شاعری کی بنیاد رکھی۔گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ جدید شاعری کا دامن بھی وسیع ہوتا چلا گیا۔جدید شاعری کی بنیادوں کو استوار کرنے میں حالی، آزاد اور سرسید کا اہم کردار ہے۔ جہاں ان کی شاعری میں نئی تشبیہہ اور استعارات کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور اس میں ایک جدید اور پُر فضاء ماحول کا احساس ہوتا ہے۔

’’غزل میں ولی سے لے کر غالب، حالی اور حسرت بلکہ ناصر کاظمی اور مجروح تک ایک ارتقائی عمل جاری رہا ہے اور نظم میں محمد قلی قطب شاہ، نظیر اکبرآبادی، سودا اور انیس سے لے کر حالی، اقبال اور جوش بلکہ فیض، مجاز، راشد اور میرا جی تک اس میں بدلتے ہوئے حالات سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرنے

کی خصوصیت نمایاں نظر آتی ہے‘‘۔(۱)

جدید اور قدیم شاعری کا فرق وقت اور سماج کے بدلتے ہوئے ذہنی رویہ اور رجحانات کا فرق تھا۔ جدیدیت میں فن، روایت، تجربہ، انفرادیت پھر بغاوت کا ایک دوسرے سے بہت ہی قریبی تعلق ہوتا ہے۔ حالی غزل کی جادوئی کیفیت اور رمز و ایجاز سے متاثر تو تھے لیکن مروجہ غزل کی جادوئی کیفیت سے تنگ آکر غزل دشمنی پر آمادہ ہوگئے۔ انھوں نے اصلاح غزل کی تحریک کے ذریعہ غزل کی قافیہ پیمائی کے خلاف آواز اُٹھاتے ہوئے غزل کے کینوس کو وسیع کیا اور غزل میں جدید علامتوں اور استعاروں کو استعمال کیا۔

ادب میں جدت پسندی کبھی خود سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ بعض سماجی، سیاسی اور تہذیبی عوامل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جدیدیت کا تاریخی فلسفیانہ اور ادبی تصور ہے۔ اگر حالات کی تحریک کے بغیر جدیدیت، صرف جدت اور فیشن کے خیال سے پیدا ہو تو زیادہ دن تک قائم نہیں رہ سکتی۔ جدید شاعری کے لئے ن۔م راشد کا بیان بے محل نہیں ہوگا۔

’’جدید شاعری کی جس تحریک سے میں وابستہ ہوں اس کے
بنیادی مقاصد تھے۔ فارم کی جکڑ بندیوں سے اردو شاعری کو
آزاد کرنا اور دوسرے شاعری کو معاصر زندگی کی حقیقتوں سے
قریب لانا‘‘۔(۲)

جدید شاعری کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے مقررہ نظریوں، خانوں اور فارموں، فقروں سے اپنا دامن آزاد کرلیا ہے۔ اس طرح ایک جدید شاعر اپنے تجربوں اور زندگی سے ہر چیز کو دیکھتا اور پرکھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ وہ کسی چیز کو آنکھ بند کرکے دیکھنے کے خلاف ہے۔

اس ضمن میں محمود ایاز کا خیال ہے کہ ایک جدید شاعر کو بھی شاعری کے Basic disipline کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اس کا عروض اور بحروں کو جاننا ضروری ہے۔ اسے لفظیات اور آہنگ کا شعور ہونا ضروری ہے۔ ایک شاعر کو بہت کچھ سوچنے کے بعد existing نظام میں بات کہنے کی گنجائش نہیں نکلتی تو وہ تب اس فارم کو توڑ سکتے ہیں۔ جس طرح حالی، راشد اور میرا جی نے کیا ہے۔ ایک شاعر اپنی سہولت کے لئے جس طرح جی میں آئے لکھ دے اور اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ نہ ہو اور شاعری میں بحروں کا بالکل ہی توازن نہ ہو تو یہ مناسب نہیں۔

’’میں شعر اس لئے نہیں پڑھتا کہ مجھے فلسفہ کے نکات سمجھنے
ہیں۔ میں شاعری اس لئے پڑھتا ہوں کہ شاعری کچھ افق وا

کرے۔ زندگی کومحسوس کرنے کے کچھ نئے زاویے کچھ تاثیر
پیدا کرے۔تاثیر بنیادی چیز ہے۔اگر شعر مجھ پر اثرنہیں کرتا
تو اس میں دوسری ہچیں باتیں ہونگی لیکن یہ میرے کام کی
نہیں‘‘۔(۳)

محمودایاز کی نظر میں شاعری میں جدت کے ساتھ ساتھ تاثیر کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ وہ شاعری بے معنی اور مبہم سمجھی جائے گی۔تنہائی کا کرب،تلاش وجستجو کی اذیت،انجانی چیزوں کا خوف اور جانی ہوئی چیزوں میں نئی حقیقتوں کی موجودگی کا احساس جدید شاعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔یہ کسی خاص دبستاں سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اس کا اپنا ایک خاص لہجہ اور ڈکشن ہے۔

جدیدغزل جدید تر ذہنی کیفیات اور طرز احساس کی پیداوار ہے اس لئے اسے شاعری میں نئی فضاء نئے ذائقہ کا احساس ہوتا ہے۔نئی شاعری میں چراغ، ہوا، دھوپ، سنّاٹا، شام،تنہائی، اندھیرا، اُجالا، آواز، گھر، دریچہ، کمرہ، دروازہ، سڑک، خواب، دستک، راستہ، سایہ، سمندر، پانی، خاک، ریت، آئینہ وغیرہ کونئی معنویت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔قدیم شاعری میں آئنہ، شب، خواب وغیرہ، غزل کے محبوب استعارہ تھے۔مگر جدید شاعری نے ان الفاظ اور استعاروں کے ذریعہ آج کی جدید تہذیب کی پُر پرفریب ملمع کاری کو بے نقاب کردیا ہے جہاں آدمی دوسروں سے ہی نہیں بلکہ خود سے بھی فریب کرتا نظر آتا ہے جو موجودہ عصر کی تصویر کشی ہے۔نئی شاعری نے بدلی ہوئی فضاء میں شاعری کے اُکتا دینے والی لفظیات کے دائرے کو توڑ دینے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے ادب میں نیا ذائقہ اور نیا طرز احساس پیدا ہوگیا ہے۔جدید شاعری کا بنیادی اصول فنکار کی بنیادی اور مکمل آزادی ہے۔شمس الرحمٰن فاروقی کا خیال ہے کہ:

’’میں اس شاعری کو جدید مانتا ہوں جو جدید فیشنی، میکانیکی
تہذیب کی لائی ہوئی خوشحالی، ذہنی کھوکھلے پن، روحانی
دیوالیہ پن اور احساس بے چارگی کا عطیہ ہے‘‘۔(۴)

جدید شاعری کی بنیاد فنکار کی مکمل آزادی ہے جسے سائنس فلسفہ سیاست مذہب سے وابستہ نہیں ہے۔جدید شاعر خیر وشر سے مل کر بنتا ہے۔اس کا ذہن متضاد ذہنی کیفیات کا حامل اور اس کا کلام زندگی کی کشمکش کی داستان ہے۔اس پر کسی خاص فلسفہ یا فکری دھارے کا لیبل نہیں لگایا جاسکتا۔اس کی شاعری کا تعلق براہ راست جدید زندگی سے ہوتا ہے۔جدید شاعری کے ان تصورات نے نہ صرف نئے ذہنوں کو متوجہ کیا بلکہ اس کے اثرات ایسے نقادوں اور محققوں پر بھی پڑے جن پر اردو کلاسیکی شاعری کا گہرا اثر تھا۔پروفیسر گیان چند نے داستانوں اور مثنویوں پر تحقیقی کام کیا۔لیکن وہ ایک اچھے شاعر بھی رہے ہیں۔ان کا لب ولہجہ

اگر مکمل طور سے جدید نہیں تو جدید افکار سے قریب تر ضرور نظر آتا ہے۔ان کی پسندیدہ شاعری وہی ہے جو روایتی لب ولہجہ سے ہٹ کر منظر عام پر آئی ہو۔خصوصاً 1960ء کے بعد جدید رجحان نے زُر پکڑا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اگر مجھے رابن سن کروسو کے جزیرے میں تنہا چھوڑ دیا جائے
اور پرانی یا نئی غزل میں کسی ایک کے انتخاب کئے جانے کی
اجازت ہوتو میں 47 سے پہلے کی غزل پر 47 کے بعد کی
شاعری کو ترجیح دونگا اوراس میں بھی مجھے 60 کے بعد کی غزل
سب سے زیادہ راس آئے گی۔(۵)

جدید شاعری میں نئے امکانات، نئے حالات، نئی وسعتوں اور نئے مزاج کی عکاسی کے ساتھ ساتھ غزل کی نئی زبان کی تشکیل بھی نظر آتی ہے۔علی احمد جلیلی لکھتے ہیں:

''پرانی اورنئی غزل میں جوٹکراؤ ہے اس میں نمایاں عصر غزل
کی زبان کا ہے جو اپنی تہذیبی روایتوں اور بنیادی تقاضوں
سے الگ بنتی جارہی ہے''۔(۶)

ترقی پسند تحریک کے دور میں غزل پر سخت وقت آن پڑا تھا۔اسے مردود، صنفِ سخن مان کر ترقی پسند شعراء نے صرف نظم کو اہمیت دی۔اس کے باوجود غزل اپنا سفر طے کرتی رہی۔اس نے ہمیشہ خاردار راہوں سے گزر کر قاری کو مسرت اور بصیرت دیتے ہوئے ہر وقت کامیابی سے اپنے عصر کا ساتھ دیا۔ابتداء ہی سے غزل نشیب وفراز سے ڈوب کر اُبھرتی رہی اور اُبھر کر ڈوبتی رہی۔ 1960ء کے بعد اس کی پہچان بنی، بعض نقادوں کے خیال میں جدید شاعری تہذیب، کلچر اور روایات کے چنگل سے آزاد ہو چکی ہے۔علی احمد جلیلی لکھتے ہیں:

''جدید غزل میں پریشان نظری بے راہ روی، گمشدگی اور گم
کردگی کا اعلان ہے۔ چند لوگ ہی اس فضاء سے مستثنیٰ
ہیں''۔(۷)

یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے لیکن کسی حد تک درست بھی ہے۔ چند شعراء نے نئے پن کے شوق میں بے راہ روی اختیار کی لیکن ایسی شاعری زیادہ بار نہ پاسکی، دراصل وقت سب سے بڑا نقاد ہوتا ہے۔وہ ساری تخلیقات خود بخود رد ہو جاتی ہیں جن میں کوئی دل کو چھونے والی بات نہیں۔غزل نے آگے بڑھ کر کچھ اس طرح آزادی حاصل کی کہ ہیئتی اعتبار سے اس میں نمایاں

تبدیلیاں آئیں۔ بحر وعروض کے دباؤ سے نکل کر آزاد غزل کا سانچہ بنا۔ جدید شاعری میں آزاد غزل بھی کافی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ ایک نقاد کے مطابق:

''آزاد غزل میدانِ غزل کا بگٹ گھوڑا ہے جو ننگیں تڑا کے
خطرناک راہوں کی طرف چل نکلا ہے''۔(۸)

جدید غزل کے تحت اینٹی غزل بھی لکھی گئی ہے۔

چیل نے انڈیا چھوڑ دیا
سورج آن گرا چھت پر
(محمد علوی)

سورج کو چونچ میں لئے مرغا کھڑا رہا
کھڑکی کے پردے کھینچ دیئے رات ہوگئی
(ندافاضلی)

چپکلی جو چھت پہ بیٹھی ہے
میری تنہائیوں کی ساتھی ہے
(راہی فدائی)

پڑوسی کی چھت سے جو بندر گرا
دھڑا دھڑ میری نیند کا گھر گرا
(ظفر اقبال)

ریل آتی ہے ریل جاتی ہے
جانے والا ابھی نہیں آیا
(داراب وفا)

ان استعاروں کو جدیدیت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے نقادوں نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔ لیکن ادب میں ان کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ جدید شعری رجحانات کے تحت زبان کی شکست وریخت اور ہیئت کی تبدیلی میں نئی علامتوں کے استعمال کے نتیجہ میں ہنگامہ خیز طوفان برپا ہونے لگا۔ پھر بھی بدلے ہوئے طرز بیان کی وجہ سے اس شاعری میں نئے ماحول کی

5

عکاسی اور نیا پیرایہ اظہار ملتا ہے۔اس طرح کی شاعری سے کہیں کہیں ادب میں کھردرا پن آ گیا ہے اور شاعری لطافت اور بانکپن سے محروم محسوس ہونے لگی۔اس میں فارم اور ہیئت میں نئی نئی تبدیلیاں کی گئیں۔اس شاعری میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے انسانیت دوچار ہے اس میں کہیں کہیں عصری، سیاسی ،سماجی ،تہذیبی ادب کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ مسائل کا میلان بھی نظر آتا ہے۔ نئی نسل ایک نئے شعور کی مالک ہے اس احساس نے کئی فنی تجربوں کو جنم دیا ہے جس میں نئی امیجری اور نئے اشارہ ملتے ہیں۔

لہذا ناصر کاظمی ہو،اختر الایمان ہو، میراجی ہو یا احمد فراز یا پھر محمود ایاز انہوں نئے اپنی شاعری میں زندگی کی نئی وسعتوں کو سمیٹ کران میں جدید امکانات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی شاعری جدید عصری ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔جہاں زندگی کی ساری سرمستیاں رنگینیاں بے نقاب ہوتی نظر آتی ہے۔ان شعرا نے اپنی غزلوں میں میؔر کی طرح سہل ممتنع بھی روا رکھا اور غالب کی طرح جدت پسندی بھی۔ان کی شاعری کاسیکی ہوتے ہوئے بھی جدید عصری تقاضوں سے بہت قریب ہے۔جہاں انسان خود کی تلاش میں مصروف ہے۔بقول احمد فراز

یہ مصلحت کے تقاضے یہ زندگی کے فریب

اب اس ہجوم میں بیگانہ وار جینا

سنا ہے ربط ہے اس کو خراب حالوں سے

سو اپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہیں

بدلتے وقت اور رجحانات وفکر کے ساتھ غزل کی ہم آہنگی اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ غزل باوجود محدود ہونے کے اس کا دائرہ عمل کافی وسیع ہے۔یہ ہر حال میں بدلتے وقت حالات اور نظریات سے مطابقت اور مناسبت پیدا کرسکتی ہے جس سے لگتا ہے جس سے لگتا ہے کہ جدید غزل کا مستقبل روشن وتابناک ہے۔☆

حوالہ جات:

۱۔ (جدید اردو شاعری ص 31،عبادت، بریلوی)

۲۔ (محفل شکاگو یونیورسٹی 1972ء، مشمولہ ''غزل کے جدید رجحانات خالد علوی'' ص 159)

۳۔ (خلیل مامون،عزیز اللہ بیگ اور محمود ایاز ایک گفتگو، ص 47)

۴۔ (لفظ ومعنی، شمس الرحمٰن فاروقی، مشمولہ غزل کے جدید رجحانات، خالد علوی۔ص 172)

۵۔ (غزل کے جدید رجحانات، خالد علوی، ص 183)

۶۔ (نئی غزل میں منفی رجحانات، علی احمد جلیلی، ص 16)

۷۔ (غزل کے منفی رجحانات، علی احمد جلیلی)

۸۔ (آزادغزل، علیم صبا نویدی، مشمولہ نئی غزل میں منفی رجحانات، ص107)

7